مجلس 28

علم اور استاد کی اہمیت

علم کا حاصل کرنا کس کس پر فرض ہے؟

علم ایک نور ہے جس سینے میں داخل ہوتا ہے وہاں سے ظلمتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ جس دل میں علم کا نور آ جاتا ہے اس دل میں عمل کا شوق پیدا کر دیتا ہے۔ جس انسان کی زندگی میں آ جاتا ہے اسے سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ (علم کا حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے)

علم کا حاصل کرنا زندگی کے کس حصے میں ضروری ہے؟

حضور ﷺ کی حدیث اس کا جواب دیتی ہے۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ۔ مہد کہتے ہیں پنگھوڑے کو اور لحد کہتے ہیں قبر کو۔ فرمایا کہ تم پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک علم حاصل کرو۔ گویا تم پوری زندگی طالب علم بن کر رہو، سیکھنے کا جذبہ اور شوق ہو جو انسان پوری زندگی طالب علم بن کر رہے اللہ

تعالیٰ اس کے درجات کو بڑھا دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کی گواہی ہے۔

یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بلندیاں عطا فرماتے ہیں اور ان کے درجات بلند کرتے ہیں)۔

علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟

علم کا حاصل کرنا ایک شوق ہے، ایک جذبہ ہے جس کو نصیب ہو جائے وہ خوش نصیب ہے۔ بن مانگے یہ نہیں ملتا۔ کوئی آدمی اگر علم کے ساتھ بے نیازی کا معاملہ کرے وہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ علم ہمیشہ طلب سے حاصل ہوتا ہے۔ مَنْ طَلَبَ فَقَدْ وَجَدَ جس نے طلب کیا اس نے پالیا اَلْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ (علم سیکھنے سے آتا ہے)۔

کون سا علم صحیح ہے؟

صحیح علم وہ ہے جو استادوں کے پاس بیٹھ کر حاصل ہوتا ہے۔ ہر چیز کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور علم کا دروازہ تکرار ہے۔ لِکُلِّ شَیْءٍ بَابٌ وَ بَابُ الْعِلْمِ تَکْرَارٌ۔ گویا استاد سے علم حاصل کرنا پڑتا ہے دوسرا اس کا تکرار بھی کرنا پڑتا ہے۔ یہ چیزیں شخصی مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتیں اگر کوئی آدمی از خود کتاب پڑھ لے اور سمجھے کہ میں نے علم حاصل کر لیا ہے تو اس نے علم صحیح طریقے سے حاصل نہیں کیا۔ کچھ باتیں وہ صحیح سمجھے گا اور کچھ باتوں میں خامی رہے گی، کوتاہی رہے گی۔ لہٰذا ایسے علم کو پورا اور صحیح علم نہیں کہیں گے۔ اس قسم کی کئی غلطیاں لوگ کرتے رہتے ہیں اس لئے اصول یہ ہے کہ کوئی قرآن پاک کی تفسیر اردو میں پڑھ لے، حدیث پاک کا ترجمہ اردو میں پڑھ لے اور یہ سمجھنے لگ جائے کہ میں بڑا علم والا بن گیا وہ دھوکے میں ہے۔ جب تک پڑھ کر استاد سے تصدیق نہ کروا

لی جائے اس وقت تک کتاب سے پڑھ لینے سے علم کا سمجھنا اور دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔

عجیب واقعہ:

ایک بہت بڑے محدث تھے۔ ان کے پاس ایک شاگرد پڑھا کرتا تھا۔ اس شاگرد کے والد کے پاس احادیث کا بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اس کو ایک کتاب میں جمع کر رکھا تھا۔ جب فوت ہونے لگے تو انہوں نے وہ حدیث کی کتاب اپنے بیٹے کو دے دی۔ اب ان کے بیٹے اس مجموعہ کو پڑھتے اور لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ اپنے انہیں استاد کے سامنے بیٹھے حدیث پڑھ رہے تھے، روایت پڑھتے ہوئے انہوں نے پڑھا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَنْ جِبْرَائِیْلَ عَنِ اللّٰہِ عَنْ رَجُلٍ اب یہ جو حدیث پڑھ رہے تھے اس کا مطلب ہے فلاں صحابیؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی انہوں نے جبرائیل علیہ السلام سے روایت کی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے روایت کی اور اللہ تعالیٰ نے ایک بندے سے روایت کی۔ انہوں نے پڑھا تو استاد نے انہیں ٹوکا کہ کیا پڑھ رہے ہو؟ اس شاگرد نے پھر ویسے ہی پڑھ دیا۔ پھر استاد نے اسے ڈانٹا کہ ذرا ہوش سے پڑھو۔ اس نے کہا لکھا ہوا تو یہی ہے۔ استاد نے کہا کہ ذرا مجھے کتاب دکھاؤ۔ جب کتاب دکھائی تو استاد نے دیکھا کہ لکھا ہوا تھا عَنْ جِبْرَائِیْلَ عَنِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے عز وجل لکھا ہوا تھا لیکن لکھنے والے نے اس طرح لکھ دیا تھا کہ الفاظ آپس میں مل گئے اور وہ رجل پڑھا جا رہا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے اہل علم کو فقط کتاب پڑھنے سے غلطی لگ سکتی ہے تو پھر ایک عام آدمی صرف کتاب پڑھ کر علم صحیح کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔

بغیر استاد کے کتاب پڑھنے والے کا واقعہ:

ایک واقعہ ہے کہ ایک صاحب تھے جسے بغیر استاد کے کتاب پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اب وہ فجر کی نماز پڑھاتے تو وہ خوب ہلتے تھے جیسے کوئی جھوم رہا ہوتا ہے۔ ایک دن تو مقتدیوں نے کچھ نہ کہا کہ شاید کوئی وجہ ہوگی لیکن جب وہ دوسرے دن بھی جھوم جھوم کر نماز پڑھانے لگے تو بعد میں لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نماز میں جھومتے کیوں ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ حدیث میں ہے۔ لوگ حیران ہوئے کہ پہلے تو کبھی نہیں سنا۔ اس نے کہا، بس میں تو حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ ایک آدمی بزرگوں کا صحبت یافتہ تھا۔ اس نے کہا، کہ ہمیں ذرا حدیث دکھا دیجئے۔ انہوں نے جب کتاب لے کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا کہ حضور ﷺ فجر کی جو نماز تھی وہ ہلکے ہلکے پڑھا کرتے تھے۔ اصل میں جو ترجمہ تھا وہ یہ تھا کہ خفیف خفیف پڑھ لیتے تھے۔ ذرا جلدی جلدی پڑھ لیتے تھے، ہلکی ہلکی نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور ان صاحب نے اس کو پڑھا کہ ہل ہل کر پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ فجر کی نماز میں جھوما کرتے تھے۔ ان چند مثالوں سے واضح ہوا کہ فقط عبارت پڑھ کر بندہ صحیح نہیں سمجھ سکتا۔ کبھی ٹھیک سمجھے گا تو کبھی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔

دلچسپ واقعہ:

ایک سعودی عرب کے آدمی تھے۔ پہلی دفعہ پاکستان آئے تھے۔ ہم ان دنوں انجینیئرنگ کے طالب علم تھے جیسے ہی وہ ایئرپورٹ سے نیچے آئے انہوں نے شہر میں مختلف سائن بورڈ پڑھے اور شہر کو دیکھا۔ ہمارے ایک دوست نے پوچھا بتایئے شہر پسند آیا۔ وہ کہنے لگا، یہ جو سامنے لکھا ہوا ہے حبیب بینک اس کا کیا مطلب ہے۔ وہ اصل میں حبیب بنک لکھا ہوا تھا اور وہ عربی اس کو پڑھ رہے

تھے۔ حبیب ہنک۔ اب اسے کیا پتہ کہ ان کی زبان میں بینک ہوتا ہے اور ہماری زبان میں اسے بنک پڑھتے ہیں۔ سوچیں ایک صاحب زبان ہے مگر لکھی ہوئی بات کو پڑھتے اور سمجھتے ہوئے اسے غلطی لگ سکتی ہے۔ یہ پکا اصول بنالیں کہ علم اساتذہ سے حاصل ہوتا ہے علم علماء سے حاصل ہوتا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ صرف مطالعہ کرلیں علم حاصل ہو جائے گا وہ بے چارے دھوکا کھا لیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن وحدیث کے معانی مفہوم کو ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ چند مثالیں بیان کر دی گئیں ہیں۔

خطرناک غلطیاں:

ایک غلطی تو لوگ یہ کرتے ہیں کہ اردو کی کتابیں اور ترجمہ پڑھ کر اپنے آپ کو عالم سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور اس سے بڑھ کر غلطی یہ کرتے ہیں کہ اس پر اجتہاد بھی شروع کر دیتے ہیں۔ یعنی فتوے دینے شروع کر دیتے ہیں۔ اپنی رائے سے مسئلے بتانے شروع کر دیتے ہیں یہ چیز انتہائی خطرناک ہے۔ دین کا کوئی مسئلہ اگر اپنی رائے سے بتا دیا تو اس کا بوجھ بتانے والے کے اوپر ہوتا ہے۔ چند باتیں پڑھ کر یہ سمجھ لینا کہ میں بہت کچھ جانتا ہوں، یہ اس کی دوسری بڑی غلطی ہے ان دونوں کاموں سے بچنا چاہئے۔ اگر انسان کوئی بات پڑھے اور وہ سمجھ آئے تو فوراً استادوں سے اس کی تصدیق کرائے کہ میں نے فلاں کتاب پڑھی ہے اور میں نے اسے اس طرح سمجھا ہے۔ کیا میں ٹھیک سمجھا ہوں یا میرے سمجھنے میں کوئی غلطی ہے؟ ہمیشہ یہ اصول یاد رکھیں کہ باعمل علماء سے خود سمجھی ہوئی بات کی تصدیق کرائے۔

کیا اپنی رائے ضروری ہے؟

اگر دین کے معاملے میں کسی بات کا پتہ نہ ہو تو صاف کہہ دے کہ مجھے نہیں پتہ۔ یہ الفاظ کہہ دینا کہ مجھے نہیں پتہ یہ عظمت کی دلیل ہوتی ہے، ذلت کی دلیل نہیں ہوتی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے محدث تھے، اتنے بڑے عالم تھے، اتنے بڑے فقیہہ تھے ان کے بارے میں آتا ہے کہ کئی دفعہ لوگ ان سے سوال کرتے تو وہ بھری محفل میں کہہ دیتے کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے اور فرماتے تھے ایسا کہنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ آج کل پتہ ہو یا نہ ہو جہاں دین کی بات چلے لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں میری رائے یہ ہے، میری رائے وہ ہے۔ ان چیزوں سے بچنا چاہئے یہ اصول بنیادی ہیں تاکہ انسان کی زندگی صحیح گزر سکے۔

کیا استاد ضروری ہے؟

آپ کو کئی عورتیں ملیں گی جو کہیں گی کہ معاشرے میں کسی استاد کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ گھر میں تفسیر پڑی ہوئی ہے اور اسے پڑھ کر آپ کو دین کی ''تفہیم'' حاصل ہو جائے گی۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ فقط اردو کی تفسیر پڑھ کر ہمیں قرآن کی تفسیر یاد ہو جائے گی۔

واقعہ:

مجھے یاد ہے کہ سرحد کے ایک استاد تھے۔ انہیں مدارس میں پڑھاتے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ مجھے اردو بہت اچھی آتی ہے۔ ہمیشہ وہ یہی دعویٰ کرتے تھے ایک دن کسی صاحب نے ان سے پوچھ لیا، حضرت! اس کا مطلب بتائیے کہ ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا۔ انہوں نے کہا یہ بھی کوئی مشکل بات

ہے بس ایک کریلا تھا دوسرا جب اس کا سالن بنانے لگے تو وہ ٹھیک طرح پکا نہیں اور جب کریلا ٹھیک طرح پکے نہیں تو وہ اور بھی کڑوا ہوتا ہے۔ ایک تو وہ کریلا تھا دوسرا پکا ٹھیک نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بہت کڑوا پکا ہوا کریلا۔ اب اپنی طرف سے انہوں نے یہ ترجمہ بنا دیا۔ حالانکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ پہلے زمانے میں حکیم لوگ علاج معالجے کے لئے کریلے کی بیل کو نیم کے درخت پر چڑھا دیا کرتے تھے اس کریلے میں نیم کے درخت کی کچھ خصوصیات آجاتی تھیں وہ کریلا خود بھی کڑوا ہوتا تھا اور نیم کی کڑواہٹ بھی اس میں آجاتی تھی اس کے علاج معالجہ میں بہت سے فائدے ہوتے تھے۔ اس لئے اسے کہتے تھے ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا اور ہم نے اس کا ترجمہ سمجھ لیا ایک کریلا دوسرا نیم پکا۔ معلوم ہوا کہ انسان فقط اردو کے الفاظ پڑھ کر صحیح علم حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ علم کچا ہوا کرتا ہے وہ راسخ علم نہیں ہوتا۔ اسی لئے جامعات کی ضرورت پڑی کہ بچیاں یہاں آکر استادوں سے علم حاصل کریں اور استاد بھی کون جنہوں نے اپنے استادوں سے پڑھا ہو۔ یہ علم حاصل کرنے کی جو ذمہ داری ہے وہ فقط گھروں میں بیٹھ کر پوری نہیں ہوتی۔

محدثہ عورت:

پہلے وقتوں میں یہ حال ہوتا تھا کہ ہر گھر میں عالم ہوتے تھے وہ اپنے گھر کی مستورات کو رات میں شام میں یا کسی بھی وقت میں درس دے کر پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کو مشکوۃ تک کی کتابیں خود پڑھائی تھیں۔ چنانچہ حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مشکوۃ شریف اپنی دادی اماں سے سبقاً سبقاً گھر میں رہ کر

پڑھی۔ یہ عورتیں گھروں میں اپنے بچوں کو سبقاً سبقاً خود پڑھایا کرتی تھیں۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور محدثہ عورتیں:

میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پڑھ رہا تھا اس میں یہ لکھا تھا کہ انہوں نے بچپن میں جو علم حاصل کیا تو ان کے استادوں میں سات عورتیں بھی شامل تھیں۔ جنہوں نے انہیں علم حدیث پڑھایا تھا۔ پانچ دس سال کے بچے تھے اس چھوٹی عمر کے بچے تو عورتوں کے پاس پڑھ سکتے ہیں۔ تو اس زمانے میں یہ معلمات گھروں میں حدیث پڑھاتی تھیں۔ انہوں نے ان سے حدیث پڑھی حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ان سات محدثات کے نام بھی آتے ہیں جو کہ عالمہ تھیں بڑی ماہرہ تھیں۔

استاد کی ضرورت کیوں ہے؟

اگر کوئی یہ سمجھے کہ علم حاصل کرنا تو ضروری ہے مگر ہم گھر میں صرف کتابیں خود ہی پڑھ لیں گی تو یہ علم حاصل ہونے کی دلیل نہیں ہے اس سے انسان کو پکا علم حاصل نہیں ہوتا۔ اگر خود ہی ایک مسئلہ غلط سمجھ لیا تو پتہ نہیں اس سے اس کا بنے گا کیا؟ قدم قدم پر انسان سے غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ آج حالت یہ ہے کہ جنہیں صحیح اردو پڑھنی نہیں آتی وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہمیں استادوں کی ضرورت نہیں ہے ہم خود ہی کتابوں سے علم حاصل کر لیں گے۔ اصل میں استاد بیزار ماحول بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ طالب علم اور استاد کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جب طالب علم اور استاد کے درمیان دوری ہو جائے گی تو پڑھنے والا اب جو چاہے سمجھتا رہے، اس کی مرضی۔ کتاب اس کے سامنے ہے جو چاہے سمجھتا پھرے۔ استاد سے تو سمجھا نہیں کہ غلطی دور ہو سکے۔

انتہائی ضروری باتیں:

یہ دو باتیں ذہن میں خوب اچھی طرح بٹھالیں تاکہ عمل کی توفیق ملے۔

1. علم کا حاصل کرنا مرد پر بھی فرض ہے اور عورت پر بھی فرض ہے۔
2. علم حاصل ہوتا ہے اہل علم حضرات سے اور استادوں سے۔ فقط کتابوں سے صحیح علم حاصل نہیں ہوتا۔

کتاب نہ بھی ہو استاد ہو تو علم حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر فقط کتاب ہو اور استاد نہ ہو تو علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر کتاب اور استاد دونوں ہوں تو یہ نور علی نور ہے۔

مدارس اور جامعات کی ضرورت کیوں پڑی؟

سوال یہ ہے کہ استاد اور کتاب کہاں ملے؟ تو صاف ظاہر ہے کہ ہمیں مدارس اور جامعات کے ماحول میں آنا پڑے گا۔ گھر میں کہیں بھی ایسا ماحول نہیں کہ جہاں بچیاں دین کا علم صحیح طریقہ سے حاصل کر سکیں۔ الا ماشاء اللہ۔ بڑے بڑے علماء اتنا وقت نہیں دے سکتے کہ بچیاں گھروں میں ان کے پاس پڑھیں۔ اس لئے ضرورت پڑی ان جامعات کے بنانے کی۔ مگر آپ حیران ہوں گی کہ لوگ اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں حضور ﷺ نے ہفتے میں ایک دن مقرر کیا ہوا تھا کہ جس میں عورتوں کو بلا کر حضور ﷺ وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے اور یہی دلیل ہے عورتوں کو علم حاصل کرنے کی یہ بھی ایک صورت ہے لہٰذا جس جگہ پر عورتیں باپردہ ماحول میں علم حاصل کر سکتی ہوں ایسی جگہ پر عورتوں کا گھروں سے چل کر جانا اور وہاں جامعات و مدارس میں رہنا یہ شرعاً سو فیصد جائز اور ٹھیک ہوتا ہے۔ اس پر ان کو اللہ کی طرف سے اجر ملتا ہے۔ جیسے کوئی اللہ کے راستے میں نکلے تو اسے جہاد کا ثواب ملتا ہے اسی طرح طالبات گھر سے طلب

علم کے لئے نکلیں تو انہیں جہاد کا ثواب ملتا ہے۔

طالب علم کی فضیلت:

بعض روایات میں آتا ہے کہ طالب علم جب گھر سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے پران کے قدموں تلے بچھا دو کہ یہ میرے راستے میں علم حاصل کرنے کے لئے چلا ہے۔ یاد رکھنا! اگر نیک نیت ہو تو طالب علم سے افضل کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہوتی ہیں اس پر جو علم کا طلب کرنے والا ہوتا ہے۔

مجلس 29

طالبات کے لیے خصوصی ہدایات

خوش نصیب بچیاں:

علم کا حاصل کرنا، یہ ابتدا ہے۔ اگر سچی طلب ہو گی اور علم بھی حاصل ہو گیا تو پھر عمل بھی آئے گا اور اخلاص بھی نصیب ہو گا۔ لہٰذا وہ تمام بچیاں جو گھروں سے اپنے اوقات فارغ کر کے آئیں اور ان کا مقصد علم کو حاصل کرنا ہے تو وہ تمام کی تمام بچیاں خوش نصیب ہیں۔ وہ زندگی کے بہترین وقت کو گزار رہی ہیں یہی وقت ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ آخرت بنے گا۔

علم دین پر اعتراض کیوں؟

آج روزانہ بچیاں گھروں سے اپنے سکولوں اور کالجوں میں جاتی ہیں مگر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ صبح صبح ایک فوج ہوتی ہے اس امت کی جو سکولوں اور کالجوں کی طرف جا رہی ہوتی ہے۔ کوئی اپنی گاڑی پر جا رہی ہوتی ہے کوئی ویگن اور بسوں پر اتنی مشکلات سے جا رہی ہوتی ہے مگر کوئی اعتراض نہیں کہ یہ کیوں اس طرح جا رہی ہیں۔ ہر کوئی کہے گا کہ جی پڑھنا تو ضروری ہے۔ اگر دنیا کی

تعلیم اتنی ضروری ہے کہ جس سے دنیا کی زندگی اچھی گزرے گی تو پھر دین کا علم حاصل کرنا کتنا ضروری ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہو گی اور انسان کی آخرت بنے گی۔ اس لئے اصل علم تو علم قرآن اور علم حدیث ہی ہے اور یہی دین کا علم ہے۔

علم اور معلومات میں کیا فرق ہے؟

جو علم اسکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے وہ ضروری ہے مگر وہ صرف ضرورت زندگی ہے اور دین کا علم مقصد زندگی ہے۔ مقصد اور ضرورت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مقصد کو انسان نہیں چھوڑ سکتا مگر ضرورت کو انسان کم و بیش کر لیا کرتا ہے۔ اس لئے جتنی بچیاں یہاں آئی ہیں یا آئیں گی وہ مقصد زندگی کو پورا کرنے والی ہوں گی۔ انشاء اللہ پروردگار عالم ان کو علم عطا فرمائیں گے۔ کچھ علم ہوتا ہے اور کچھ معلومات ہوتی ہیں۔ علم اور معلومات میں بڑا فرق ہے کہ معلومات یہ ہوتی ہیں کہ کوئی کہے کہ مجھے اس کا بھی پتہ ہے اس کا بھی پتہ ہے مگر اس کا عمل کسی پر بھی نہ ہو۔ یہ ایسا انسان ہے کہ اس کے پاس معلومات ہیں علم نہیں ہے۔ علم کی دلیل ہی یہی ہے کہ جب انسان کے سینے میں آتا ہے تو انسان کو عمل کے بغیر چین نہیں آتا۔ علم ہمیشہ عمل کے رنگ میں ڈھل جاتا ہے۔

مدارس کے ماحول میں برکات:

اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ کَشَجَرَةٍ بِلَا ثَمَرٍ (علم عمل کے بغیر ایسا ہے کہ جیسے کوئی درخت پھل کے بغیر ہو) علم بھی اسی طرح عمل کے بغیر فائدہ نہیں دیتا جس طرح چراغ بغیر جلے روشنی نہیں دیتا۔ مدارس کے ماحول میں رہ کر علم حاصل کرنا یہ بہت ضروری ہے۔ بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ تمام بچیاں جو حصول علم کے لئے آئی

ہوئی ہیں وہ اپنے آپ کو سمجھیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہوں۔ مثلاً جیسے معتکف کو ہر وقت اجر مل رہا ہوتا ہے چاہے وہ کوئی ظاہراً عبادت کر رہا ہو یا نہ کر رہا ہو مگر اجر پھر بھی مل رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ اعتکاف کی نیت سے جو ہے، جیسے اعتکاف والے کو ہر وقت اعتکاف کی نیت کی وجہ سے اجر ملتا ہے اسی طرح جو اپنے گھروں سے چل کر علم حاصل کرنے کے لئے اداروں میں آئیں ان کو بھی اگر وہ کسی وقت فارغ بھی بیٹھی ہوں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ انہیں اجر عطا فرماتے ہیں مگر نیت خالص ہونا ضروری ہے۔

شیطان سے بچاؤ کا طریقہ:

طالب علمی کا وقت گویا آپ کا قیمتی وقت ہے اس میں آپ پروردگار کے دین کا علم حاصل کرنے کے لئے آئی ہیں، نبی ﷺ کے پیارے ارشادات کو پڑھنے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے آئی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں، شیطان نا امید نہیں ہوتا، یہ نہ سمجھنا کہ آپ گھروں سے پڑھنے کے لئے یہاں آگئی ہیں تو شیطان نا امید ہو گیا ہوگا کہ فلاں تو جامعہ میں چلی گئی ہے اب تو میں اس کا پیچھا چھوڑ کر کسی اور کام میں لگتا ہوں۔ شیطان ہر ایک کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام اسے بہکانا ہے۔ وہ کہیں بھی انسان کو نہیں چھوڑتا۔ آپ یہاں آئیں تو وہ شیطان بھی آپ کے پیچھے یہاں آ پہنچا۔ اب اس سے پیچھا کیسے چھڑانا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، توبہ کریں اور اپنے آپ کو ہر وقت علم میں مشغول رکھیں۔ اللہ کی یاد سے غفلت اگر آپ کے دلوں میں آئی تو یہاں پہنچ کر بھی شیطان آپ کو نقصان پہنچائے گا۔

شیطان کا سب سے بڑا داؤ کیا ہے؟

شیطان کا سب سے بڑا داؤ گمراہ کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ وہ طالب علم کو حصول علم سے ہٹا دے۔ (واقعہ) کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطان کو خیال آیا کہ ہم بھی اپنی کانفرنس کریں ویسے بھی آج کل کانفرسوں کا زور ہے۔ اس نے بھی سوچا ہوگا کہ چلو ہم بھی عوامی کانفرنس کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی تمام شیطانی فوج کو دعوت دی اور اس طرح دعوت دی ہوگی۔

سب راستے سب قدم

کانفرس کے واسطے

چنانچہ سب کے سب شیطان اور شطونگڑے کانفرس میں پہنچ گئے۔ شیطان نے پوچھا کہ تم لوگ بتاؤ۔ تم لوگوں نے انسانوں کو گمراہ کرنے کے کیا کیا کارنامے سرانجام دئے ہیں۔ اب وہ اپنی اپنی کارگزاری سنانے لگے۔ ایک نے کہا کہ فلاں دو بھائی تھے۔ ان کا کاروبار اکٹھا تھا ان میں غلط فہمیاں ڈال کر انہیں آپس میں لڑوا دیا۔ ایک شیطان نے اُپنا کارنامہ بتایا کہ میں نے دو پڑوسیوں کو لڑوا دیا اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ کسی نے کہا میں نے فلاں کو چوری پر اکسایا، یا کسی نے کہا میں نے فلاں کو غلط کام پر اکسایا۔ اپنی اپنی باتیں کرتے رہے۔ کسی نے کہا کہ میں نے فلاں عورت کو کہا کہ تو اپنے خاوند کی ذرا بات نہ سننا۔ خاوند کے دل میں بات ڈالی کہ بیوی تو تیری بات سنتی نہیں ہے حتیٰ کہ دونوں میں خوب جھگڑا ہوا اور بالآخر طلاق ہوگئی۔ شیطان سب کی کارگزاری سنتا رہا۔ مگر ایک چھوٹا سا شیطان پیچھے ایک طرف کو بیٹھا ہوا تھا۔ شیطان نے کہا کہ تو ایک طرف کو کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ میں تو چھوٹا ہوں اور میں

نے چھوٹا سا کام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کیا؟ اس چھوٹے شیطان نے کہا، ایک طالب علم جا رہا تھا میں نے اس کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ چھوڑ کیا پڑھنا ہے، جو مزہ کھیلنے میں ہے وہ کسی چیز میں نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے اسے مدرسے سے ناغہ کروا دیا اور اسے کھیل میں لگا دیا۔ شیطان نے کہا جو کام تو نے کیا ہے وہ تو کسی نے نہیں کیا۔ واہ واہ۔ چنانچہ اس چھوٹے سے شیطان کو بڑے شیطان نے مین آف دی میچ قرار دیا۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ آج اگر یہ طالب علم دین کا علم پڑھنے سے محروم رہا تو ساری زندگی عمل سے محروم رہے گا۔ دوسروں نے تو ایک ایک گناہ کروایا تھا اس نے علم سے محروم رکھ کر اسے جہالت میں رکھنے کی کوشش کی اور گناہوں کا دروازہ ہی کھول دیا تھا اس لئے اسے انعام ملا اور وہ فسٹ آیا۔ شیطان کی یہ حالت ہوگی کہ وہ طبیعت میں عجیب بے چینی پیدا کرے گا۔ کبھی گھر یاد دلائے گا کبھی ماں باپ بہن بھائی یاد دلائے گا اور علم سے توجہ کو ہٹائے گا۔

شیطان کے گمراہ کرنے کی خاص نشانی:

شیطان کی انسان کو علم سے محروم رکھنے کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ جب پڑھنے کا وقت ہوگا اس وقت نیند طاری کرے گا اور جب سونے کا وقت ہوگا تو ہشاش بشاش میں باتوں لگا دے گا۔ یہ شیطان کے گمراہ کرنے کی خاص نشانی ہے۔ جلدی فارغ ہو گئے تو جلدی سو جاؤ تا کہ تہجد میں جلدی اٹھ سکو۔ لیکن وہ ایسا نہیں ہونے دے گا۔ سونے کے وقت ہشاش بشاش تازہ دم بیٹھے ہوں گے جیسے کہ نیند پوری ہو چکی جیسے کہ نیند کی تو ضرورت ہی نہیں۔ لہٰذا کیا ہوگا؟ باتیں ہوں گی۔ کبھی یہ بات ہو رہی ہے، کبھی وہ بات ہو رہی ہے، کبھی ادھر کروٹ لے رہی ہیں اور کبھی ادھر کروٹ لے رہی ہیں، کبھی یہ خیال کبھی وہ خیال۔ کرتے

سونے میں دیر کر دیں گی۔ شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح سونے میں دیر کر دیں تا کہ تہجد بھی قضا کر دیں اور فجر کا بھی گنہگار رہے گا اور اگر فجر پوری کر بھی لی تو جب پڑھنے کے لئے بیٹھیں گی تو اس وقت ان کو نیند کے جھونکوں میں مبتلا کروں گا۔

طالبات کا سب سے بڑا پرابلم کیا ہے؟

پڑھنے والی طالبات سے کبھی پوچھیں کہ انہیں سب سے بڑا پرابلم کیا ہے؟ کہیں گی نیند پوری نہیں ہوتی۔ نیند پوری ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔

1. پہلی بات یہ ہے کہ انسان سونے کے وقت سوئے اور جاگنے کے وقت جاگے۔ اگر کوئی سونے کے وقت جاگ رہا ہوتا ہے تو Under stood ہے کہ وہ جاگنے کے وقت سوئے گا۔ یہ پکی بات ہے۔

2. دوسری بات یہ ہے کہ نیند کو انسان کنٹرول کرلے۔ یہ نیند ایسی عادت ہے کہ انسان اسے اپنے اختیار سے گھٹا بڑھا سکتا ہے۔ اس کی مثال لسی کی طرح ہے کہ لسی کو ایک گلاس پتلا کریں یا دو گلاس یا پانچ گلاس، لسی پتلی ہوتی جائے گی۔ اسی طرح نیند بھی گھٹائی بڑھائی جا سکتی ہے۔ میڈیکل کا علم رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ جوان العمر انسان کو 24 گھنٹوں میں 6-5 گھنٹے نیند کافی ہے۔ اس کی صحت اور باقی ضروریات کے لئے اتنی نیند کافی ہے۔ اگر کوئی اس کو کم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے مگر اس سے زیادہ سوئے گا تو خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرے گا۔ 5 گھنٹے نیند کافی ہے تو باقی وقت اپنے کاموں اور حصول علم میں لگا سکتا ہے۔

طالبات کو نیند کا وقت متعین کرنا چاہئے:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سردیوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اور سو سو کر تھک جاتے ہیں۔ چاہئے کہ ان دنوں میں نیند کو لمبا نہ کرے بلکہ جو 6-5 گھنٹے نیند کی عادت ہے وہی پوری کرے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ چونکہ نیند کے بارے میں کبھی سوچتے نہیں ہیں اس لئے غفلت میں بڑا وقت ضائع کرتے ہیں۔ چنانچہ سردیوں میں جم کر سونے کو معمول بنا لیتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ عشا کے وقت سوئے اور فجر کے وقت یا فجر کے بعد سو کر اٹھے۔ اس طرح دس دس بارہ بارہ گھنٹے سوئے رہتے ہیں۔ اب بتائیے کہاں پانچ گھنٹے اور کہاں بارہ بارہ گھنٹے نیند کرتے ہیں۔ کتنا فرق ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں چونکہ رات ہے اور رات تو ہوتی ہی نیند کے لئے ہے اس لئے سوتے رہو۔ کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ نیند کو متعین کر لینا چاہئے اور پوری زندگی اس معمول پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ 6-5 گھنٹے انسان کی نیند بہت زیادہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ہمیں اس بارے میں ہدایات فرما دی ہیں۔ اگر گرمیوں کے دن ہوں اور رات کو نیند پوری نہ ہو سکتی ہو اور تہجد میں انسان اٹھنا چاہتا ہے تو چار گھنٹے ہی انسان سو سکتا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ ایک گھنٹہ انسان دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے لیٹ جائے تا کہ تہجد کے وقت اٹھنے میں آسانی ہو سکے۔

قیلولہ اور جدید سائنس:

آج تو امریکہ اور یورپ میں جو دل کے مریض ہیں انہیں کہا جاتا ہے کہ دوپہر کو ایک گھنٹہ سو یا کریں تو صحت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ یہ ہمارے نبی ﷺ کی چودہ سو سال پہلے کی سنت ہے کہ دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے آرام کرنا چاہئے۔

اگر دوپہر کو ایک گھنٹہ بھی سنت کی نیت سے سوئے اور پھر رات کو کم سوئے تو بھی نیند پوری ہو جائے گی۔ اس لئے روایات میں آتا ہے کہ دوپہر کو قیلولہ کرنا انسان کو تہجد کے وقت اٹھنے میں قوت بخشتا ہے۔ مگر دوپہر کو کون سوئے طالبات کو تو دوپہر میں باتوں سے فرصت نہیں ہوتی۔ ہر سنت عمل کا فائدہ ہے۔ اس لئے قیلولے کی سنت کا بھی فائدہ ہے۔

نیند لانے کا آسان طریقہ:

آپ یہاں جامعہ میں اپنا جو نظام الاوقات رکھیں تو سونے جاگنے کے اوقات متعین ہوں اور سونے کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ سونا ہے۔ نیند آئے تو بھی سونا ہے اور نیند نہ آئے تو بھی سونا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بستر پر لیٹ جائیں اور اللہ کا ذکر شروع کر دیں۔ پھر دیکھیں کہ نیند کیسے آتی ہے۔ باتیں سوچتی رہیں گی تو ہو سکتا ہے کہ آپ ایک گھنٹہ بھی لیٹی رہیں اور نیند نہ آئے مگر نیند لانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب بستر پر لیٹیں تو ذکر شروع کر دیں۔ اور پھر دیکھیں، آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ آپ کو نیند کب آئی۔ رات کو اپنے وقت پر سونا اور تہجد میں اپنے وقت پر جاگ جانا کہ جس سے نیند بھی پوری ہو جائے اور تعلیم پر بھی کوئی اثر نہ پڑے، یہ طالبات کے لئے بہت ضروری ہے۔

طالبات کے لئے قیمتی مشورہ:

طالبات کو ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ایک گھنٹہ پہلے اٹھ کر تہجد پڑھیں۔ بلکہ عورتوں کے لئے فجر اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ وہ اذانوں سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ کر نماز پڑھ لیں اور پھر فجر بھی پڑھ لیں اور اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ اگر دوپہر میں تعلیم اور دوسرے کاموں سے جلدی فارغ ہو گئیں تو خواہ

ایک کی بجائے دو گھنٹہ سونے کا معمول بنا لیں تو یہ بہتر ہے۔ قیلولہ کی نیت سے جو ایک دو گھنٹہ سوئیں گی، اجر بھی ملے گا اور نیند بھی پوری ہو جائے گی۔

فجر کے بعد سونے کی نحوست:

بہت ہی نقصان دہ چیز جو آج امت میں پیدا ہو رہی ہے وہ ہے فجر کے بعد سونا۔ اس لئے ایک روایت میں آتا ہے کہ جو فجر کے بعد سوتا ہے اس کی عقل ختم کر دی جاتی ہے۔ آپ دیکھیں جو عورتیں فجر کے بعد سوتی ہیں ان کی عقل میں وہ گہرائی نہیں رہتی اور ان سے اچھے اچھے کام آسانی سے ہو نہیں پاتے۔ لہٰذا اس عادت کو ہمیشہ ختم کرنا چاہئے۔ اور بعض کتابوں میں پڑھا کہ جو فجر کے بعد متصل سوتا ہے تو اس کے رزق سے اللہ برکت نکال لیتے ہیں۔ رزق سے برکت نکلے یا انسان کے ذہن سے برکت نکلے، بات تو ایک ہی ہو گی کہ انسان کی زندگی میں پریشانیاں ہوں گی۔ لہٰذا اس عادت کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

کبھی کبھار فجر کے بعد سونا کیسا ہے؟

ایک آدمی ساری رات جاگتا رہا۔ اس کو فجر کے بعد سونا پڑے گا تو کوئی بات نہیں۔ کبھی کبھار ایسا ہو جانا نقصان دہ نہیں ہے۔ عادت نہیں بنانا چاہئے۔ مثلاً ایک بچی ہے جو امتحان کی تیاری کرتی رہی۔ اس کو تیاری کے دن ملے ہوئے تھے۔ وہ پڑھ رہی تھی اور پڑھنے کا سلسلہ دیر تک رہا۔ اگر یہ بچی فجر کے بعد سو جاتی ہے تو ایک آدھ دفعہ سو جانا، یہ خلاف سنت نہیں۔ ہاں، اس کو فجر کے بعد سونے کی عادت نہیں بنانی چاہئے۔ مثلاً رمضان شریف میں عورتیں مردوں سے جلدی اٹھتی ہیں کھانے بناتی ہیں اور پھر فجر کے بعد ان کو نیند آتی ہے تو وہ سو جاتی ہیں۔ یہ چیز خلاف سنت نہیں کہلاتی مگر عادت نہیں بنانی چاہئے۔

پہلے کی عورتوں اور آج کی عورتوں میں کیا فرق ہے؟

یہ فقیر کہا کرتا ہے کہ پہلے کی عورتیں تہجد بین النومین پڑھا کرتی تھیں۔ رات کو عشاء کے بعد جلدی سو جایا کرتی تھیں پھر اٹھ کر تہجد پڑھا کرتی تھیں اور یہی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اگر آپ طالبات ایسا نہیں کر سکتیں تو فجر کی اذان سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ کر تہجد پڑھیں تو تہجد ہو جائے گی۔ پہلے وقت کی نیک عورتیں دو نیندوں کے درمیان تہجد کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور آج کی نیک عورتیں فجر کی نماز دو نیندوں کے درمیان پڑھتی ہیں، اب سوچئے ہم کتنا پیچھے ہٹ گئے۔

طالبات کے لئے انتہائی اہم چیزیں:

سب سے پہلے جو چیز طالبات کے لئے انتہائی زیادہ اہم ہے وہ اپنی نیند کے اوقات کو متعین کرنا ہے۔ نیند کے متعین کرنے کے کچھ لوازمات ہیں۔

① وقت پر سو جانا۔

② اگر انسان ضرورت سے زیادہ کھائے یا ضرورت سے زیادہ پانی پیے تو انسان کی نیند بڑھ جاتی ہے۔ اگر کھانے کی مقدار پر کنٹرول ہو گا تو نیند پر بھی کنٹرول ہو گا۔ یہ چیزیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔

نظام الاوقات کی اہمیت:

جس طالبہ نے اپنے سونے جاگنے کے نظام کو درست کر لیا تو وہ ایک ایسی گاڑی کی طرح ہے جس کے اندر آپ پٹرول ڈالیں تو یہ سیدھی اپنے مقصد کی طرف چلنے کے لئے تیار ہے۔ سب سے پہلی چیز جس پر کہ طالبات کو قابو پانا چاہئے وہ سونے جاگنے کا نظام الاوقات ہے۔ اگر نظام الاوقات کی عادت پختہ

ہوگی تو کامیابی ہی کامیابی ہے۔

مثلاً کوئی معلمہ اگر پڑھا رہی ہے۔ایک بچی پیچھے بیٹھی ہوئی ہے، اسے نیند آ رہی ہے، اس کا دماغ سو رہا ہے، دوسروں کو دکھانے کے لئے بظاہر آنکھیں تو کھلی ہوتی ہیں مگر دماغ بالکل سویا ہوتا ہے بلکہ خراٹے لے رہا ہوتا ہے، ایسی حالت میں پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔سب سے پہلی چیز طالب علم ہونے کے ناطے سے، جس کو آپ نے کنٹرول کرنا ہے وہ سونے جاگنے کا نظام الاوقات ہے۔ ایک طالبہ نے نہیں بلکہ سب نے مل کر نظام کو کنٹرول کرنا ہے۔سونے کے موقع پر جلدی سو جائیں اور جاگنے کے موقع پر جلدی جاگا کریں ۔اس نصیحت کو بہت زیادہ اہمیت دیں۔

گپیں مارنے کا کونسا وقت ہوتا ہے؟

جاگنے کے وقت میں کچھ آپ کی ضروریات کا وقت ہوگا اس کا نظام الاوقات تمام مدارس میں بنا دیا جاتا ہے۔کوئی مدرسہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے اندر یہ نظام الاوقات نہ بنا ہوا ہو۔ چنانچہ بتا دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت یہ پڑھنا ہے اور فلاں وقت یہ پڑھنا ہے۔ پڑھائی کے دوران جو تھوڑا سا وقت نماز کے لئے دیا جاتا ہے یا وضو کے لئے دیا جاتا ہے یہ ان کے لئے بہترین وقت ہوتا ہے گپیں مارنے کے لئے ۔استانی تو ساتھ ہوتی نہیں اور یہ ایک دوسرے سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں کیسی ہے اور فلاں کو کیا ہوا ۔ یہ موضوع ہوتا ہے ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا اور گپیں لگانے کا ۔اگر آپس میں بات کریں بھی تو ہمیشہ نیکی کی بات کریں ۔ یہ بات یاد رکھیں کہ غیر ضروری بات نہ کریں ۔ایک زبردست اصول سمجھ لیں کہ کسی تیسرے آدمی کی بات کرنے سے ہمیشہ بچیں، جو

کہ موجود نہیں ہے۔ ذرا سی بات آپ کی زبان سے کچی نکل گئی تو وہ غیبت بن جائے گی اور یہ حرام ہو جائے گی۔

فضول باتوں پر کنٹرول کیسے کریں؟

اصول یہی ہے کہ جو آپ کے سامنے حاضر ناظر ہے اس کی بات کریں، غائب لوگوں کی بات نہ کریں۔ جب کبھی تیسرے آدمی کی بات کریں گی تو شیطان غیبت کروا دے گا۔ کبھی چغلی پر اکسائے گا، کبھی کیا اور کبھی کیا اور ایسے ہی گناہ کروا دے گا۔ باتوں پر کنٹرول کرنا انتہائی ضروری ہے۔ جو اچھی اور جائز باتیں ہیں وہ ضرور کی جائیں۔ جو لایعنی گفتگو ہے اس سے پرہیز کریں۔ لایعنی گفتگو کا کیا مطلب ہے؟ لایعنی گفتگو سے کیا مراد ہے؟ یہ جو فضول باتیں ہوتی ہیں بے مقصد باتیں ہوتی ہیں۔

وحدت مطلب کیا ہے؟

طالب علم کے اندر وحدت مطلب ہونی چاہئے۔ وحدت مطلب کیا ہے؟ مطلب کہتے ہیں مقصد کو اور وحدت کہتے ہیں ایک کو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ طالب علم کا مقصد ایک ہونا چاہئے۔ مثلاً طالب علم پڑھنے کے لئے آیا ہے تو اسے چاہئے کہ ہر وقت پڑھنے کی فکر میں لگا رہے۔ یہ اس کا وحدت مطلب ہو گا۔ یہ وحدت مطلب آپ کو حاصل ہونی چاہئے۔ اگر یہ صفت طالب علم کے اندر ہے تو اس کا سبق کبھی قضا نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے علم میں کبھی پیچھے نہیں رہ سکتا۔

طالبات کے لئے انتہائی ضروری باتیں:

1. ایک انتہائی ضروری بات یہ ہے کہ نظام الاوقات کی پابندی ہو یعنی

سونے جاگنے کے وقت کی پابندی ہو۔

② دوسری بات، دن کے پڑھائی کے اوقات کو ان کے ٹائم ٹیبل کے مطابق صحیح طریقے سے گزارنا ضروری ہے۔

③ تیسری بات، لایعنی گفتگو سے بچیں۔

پڑھائی میں کیا نیت ہونی چاہئے:

پڑھائی میں یہ نیت رکھیں کہ ہم جو کچھ یہاں پڑھیں گی اس پر ساتھ ساتھ عمل کریں گی۔ جو طالبہ اپنی پڑھائی کے دوران پڑھتے ہوئے پر عمل کرتی چلی جاتی ہے وہ تو عمل میں آگے بڑھ جاتی ہے۔ کئی مرتبہ ذہن میں شیطان یہ خیال ڈالتا ہے کہ ابھی تو تم پڑھ رہی ہو جب سارا پڑھ لو گی تو اکٹھا عمل کرنا شروع کریں گے۔

طالبہ کا عمل سے محروم ہونا:

میری یہ بات یاد رکھیں کہ جس طالبہ نے یہ سوچ لیا کہ جب پڑھ لیں گے تو اکٹھا عمل شروع کریں گے تو یہ طالبہ عمل سے محروم ہو جائے گی۔ اگر اللہ نے اسے توفیق دینا ہوتی تو اسے اسی حال میں توفیق عطا فرما دیتے۔ جو پڑھیں اس پر عمل کریں۔ آپ جو جامعہ میں آئی ہوئی ہیں، اپنے مقصد یعنی پڑھائی کے لئے آئی ہوئی ہیں۔ اس مقصد کو ہر وقت پورا کریں۔

استادوں کی صحبت غنیمت ہے:

استادوں کی صحبت میں رہ کر پڑھائی کے انسان کی زندگی کے دو چار سال ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس کے بعد تو انسان کی زندگی کے اور مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔ جو وقت بھی گزاریں اسے اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ گذاریں یہ تھوڑا سا

طالب علمی کا وقت مشقتوں کا وقت ہوتا ہے۔

شیطان کی چالیں:

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر طالبہ شادی شدہ ہے اور اس نے سوچا کہ میں پڑھ لوں تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر شیطان اس کو چھٹی منانے کی ترغیب دے گا۔ ذرا ذرا سی بات پر چھٹی منا لے گی اور شیطان ذہن میں ڈالے گا کہ کوئی بات نہیں پھر پڑھ لوں گی۔ میں باجی جان سے پھر وقت لے کر پڑھ لوں گی۔ میں ان کے نوٹس لے کر سیکھ لوں گی، ان شیطان کی چالوں سے بچنا چاہئے اور حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہئے کہ سبق کا ناغہ نہ ہو۔

سبق کا ناغہ اور نقصان:

ہمارے اکابرین کی زندگی کا مطالعہ کریں کہ انہوں نے 27-27 برس پڑھا پڑھایا۔ لیکن ان کے درس میں کبھی ناغہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس طرح انہوں نے پابندی کے ساتھ علم کی خدمت کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں قبولیت بھی عطا فرمائی۔ اپنے سبق کو قضا کرنا ہمارے نزدیک ایسا معتبر ہونا چاہئے گویا کہ کسی کی نماز کا قضا ہو جانا۔ سبق کا قضا ہونا نماز کے قضا ہو جانے کی طرح خطرناک سمجھیں تا کہ ہمیں اسباق کی پابندی نصیب ہو۔

سبق پڑھنے کے شوق کا واقعہ:

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد تھا۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور رو رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ بھئی! کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا کہ ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کیا ہے؟ اس شاگرد نے کہا کہ پورا

کرنے کا وعدہ کریں۔ بادشاہ نے دیکھا کہ چہرے پر نور ہے، نوجوان ہے، چہرے پر شرافت ہے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا نوجوان بتاؤ کیا بات ہے؟ میں تیری بات پوری کردوں گا۔ کہنے لگا، آپ مجھے جیل بھجوا دیں۔ آپ نے میرے استاد کو کسی وجہ سے جیل میں ڈال دیا ہے۔ میرے سبق قضا ہو رہے ہیں۔ میں درخواست لے کر آیا ہوں کہ مجھے بھی جیل بھیج دیں۔ اس لئے کہ میں جیل کی تنگی تو برداشت کرلوں گا مگر اپنے استاد سے سبق بھی پڑھ لیا کروں گا۔ اب سوچئے کہ اتنے شوق سے ہمارے اکابرین نے سبق پڑھے ہیں۔

ہمارے لئے بہترین مثال:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تو ان کے کئی شاگرد ان کے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور اس سفر کے وقت بھی ان سے کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ پڑھنے کا اتنا ذوق شوق تھا جو کہ ہمارے لئے نصیحت ہے۔

طلب علم کا عجیب واقعہ:

ایک بزرگ تھے بادشاہ نے انہیں سزا دی کہ انہیں کنویں کے اندر بند کر دیا۔ کنواں کھدوا کر انہیں نیچے ڈال دیا اور حکم دیا کہ تم باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ وہیں کنویں کے اندر سے بیٹھ کر سبق پڑھاتے تھے اور شاگرد کنویں کی منڈیر کے پاس جمع ہو کر سبق کو پڑھتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے شاگرد اتنا علم پانے والے بن گئے کہ جب شاگردوں نے اس بزرگ کی ساری باتوں کو کتابوں میں جمع کیا تو وہ ساری لکھی ہوئی کتابیں اتنی تھیں کہ ایک اونٹ سے ان کتابوں کا وزن اٹھایا نہیں جا

تھا۔ اب بتایئے کہ کنویں کے اندر ان کی کتابیں بھی نہیں تھیں مگر ان کی یادداشت کے اندر جو کچھ تھا اس کو انہوں نے شاگردوں کو پڑھایا۔ شاگردوں نے اس کو کتابوں کے اندر جمع کیا اور علم اتنا زیادہ بن گیا کہ ان کی کتابیں ایک اونٹ بھی نہ اٹھا سکا۔ علم کے طلب کرنے والوں نے اس طرح علم حاصل کیا۔ سبحان اللہ

نماز کا اہتمام ضروری ہے:

آپ علم کے وقت میں علم کی طرف خوب متوجہ رہیں اور عبادات کے وقت میں خوب ڈٹ کر عبادت کیا کریں۔ نمازوں کا وقت ہو تو نمازوں کو خوب سنوار کر پڑھیں۔ نماز کو بھی جلدی میں ایسے پڑھنا جیسے کوئی عبادت کو گھسیٹ رہا ہو، یہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ ہر نماز کو ایسے سنوار کر پڑھیں کہ گویا یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ ہر طالبہ کو چاہئے کہ وہ ہر نماز کو اہتمام سے پڑھے۔

تعدیل ارکان اور نماز:

نماز میں تعدیل ارکان کا بڑا خیال رکھنا چاہئے۔ تعدیل ارکان کیا ہے؟ انسان نماز کے جن ارکان کو ادا کرتا ہے انہیں نہایت سکون کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔ رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، وغیرہ سب آرام آرام سے ادا کرنے کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔

زندگی میں سکون لانے کا طریقہ:

اس بات کو ذرا غور سے سنیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جس انسان میں تعدیل ارکان جتنی زیادہ ہو گی، اتنا ہی زیادہ اللہ اس کے دل میں سکون عطا فرمائے گا۔ آج چونکہ نماز میں تعدیل ارکان نہیں اسی لئے زندگیوں میں پریشانی نظر آتی

ہے۔ جو آدمی یا عورت کہے کہ میں پریشان ہوں تو آپ اس کی نماز کو دیکھیں۔ آپ دیکھیں گی کہ وہ نماز ایسے پڑھ رہی ہے کہ جیسے صرف اٹھک بیٹھک میں ورزش ہو رہی ہے۔ ادھر رکوع کیا اور ادھر جلدی سے سجدہ ہو گیا۔ نہ رکوع کے بعد تسلی سے کھڑی ہوئی نہ سجدوں کے درمیان تسلی سے بیٹھی۔ وہ تسلی سے تعدیل ارکان نہیں کرتی ہوگی۔ یقیناً بھاگی دوڑی والا کام کرتی ہوگی، اس لئے بے سکون رہتی ہوگی۔ انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ بے سکونی کی وجہ کیا ہے۔ جو نماز کو اس طرح گھسیٹے گا وہ پرسکون کیسے رہے گا۔ سوچیں جو نماز ہی نہ پڑھتا ہو وہ کتنا بے سکون ہوگا۔

نماز کی چوری کیا ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز کے چور ہوتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ کچھ لوگ مال کے چور ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ نماز کے چور ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حیران ہو کر پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! نماز کی چوری کیا ہے؟ فرمایا، جو جلدی جلدی نماز پڑھنے والا ہو اور نماز کے ارکان کو ٹھیک طرح ادا نہ کرتا ہو وہ نماز کا چور ہے۔

چھ اہم نصیحتیں:

1. اپنی پڑھائی کے وقت خوب اچھی طرح پڑھیں۔
2. اعمال کے وقت میں خوب ڈٹ کر اعمال کریں۔
3. نماز کی چوری سے بچیں۔
4. تسلی کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔

5 تلاوت کرنی ہو، تسبیحات کرنی ہوں اپنے اپنے وقت پر سب کچھ کریں۔

6 اللہ سے دعا مانگتی رہیں کہ اے اللہ! ہمیں علم کا نور عطا فرما۔

دو مرض جو علم سے محروم رکھتے ہیں:

فرض کریں اگر آپ ذہنی لحاظ سے کمزور بھی ہوں گی مگر محنت میں پکی ہوں گی تو آپ کے ذہن کی کمزوری آپ کو محروم نہیں رکھے گی۔ آپ کبھی نہ کبھی کامیاب ہو جائیں گی۔ یاد رکھیں! اگر آپ ذہن کی جتنی مرضی تیز ہوں گی مگر آپ کو باتوں کا چسکا ہے اور دوستیاں لگانے کا مرض ہے تو آپ کبھی بھی اپنے علم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔ یہ چیزیں بہت اہم ہیں، ان کو آپ پلے باندھ لیجئے۔

دو چیزیں حصول علم کو آسان کر دیتی ہیں:

پڑھنے کیوقت پڑھا کریں، آرام کرنے کے وقت آرام کیا کریں اور کوشش کیا کریں کہ اگر کوئی فارغ وقت ہو تو استاد کی خدمت میں گزاریں۔ استاد کی نصیحت سننے میں وہ وقت گزاریں۔ استاد کی نصیحتیں اور ادب کرنا، یہ شاگرد کے لئے علم حاصل کرنا آسان بنا دیتا ہے۔ ہمارے بزرگ حضرات کتاب کا بھی ادب کرتے تھے، استاد کا بھی ادب کرتے تھے اور آج یہ چیز کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ علم کے نور سے آپ کا سینہ روشن ہو تو استاد کا ادب کریں۔ بڑوں کا ادب کریں۔ چھوٹوں پر شفقت کریں۔ یہ نبی ﷺ نے نصیحت فرمائی۔ اس سے انشاء اللہ نیکیوں کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ یہ دو چار سال کا وقت ہوتا ہے، کسی نے فاضلات کا کورس کرنا ہوگا تو کسی نے حدیث کا

پورا کورس کرنا ہوگا۔ یہ دو سال، پانچ سال اور سات سال کیا چیز ہوتی ہے؟ اگر یہ چھوٹی سی تنگی برداشت کر لیں گی تو اللہ تعالیٰ اہل علم میں شمار فرما دیں گے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نور میں ہو یا نار میں رہنا
ہر جگہ یاد یار میں رہنا
چند جھونکے خزاں کے بس سہہ لو
پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

☆ بس یہ چند جھونکے مشکلات کے سہہ لو پھر علم کی روشنی، علم کا نور تمہاری زندگی میں بہار پیدا کر دے گا۔

بڑے لوگ دنیا میں کیسے بڑے بنے:

جو سلف صالحین دنیا میں مشاہیر بنے اگر ان کی زندگیوں کو دیکھیں تو جو چیزیں خاص نظر آئیں گی وہ یہ ہیں۔

(1) محبت الٰہی

(2) خشیت الٰہی

محبت الٰہی اور خشیت الٰہی، یہ اللہ کی دو بڑی نعمتیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے دونوں مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ (اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت کو مانگتا ہوں)

ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خشیت مانگی اور عرض کی۔ اے اللہ! اپنے خوف کو مجھ پر تمام چیزوں سے بڑا فرما دے۔

پس خشیت کی بھی دعا مانگے اور محبت کی بھی دعا مانگے۔ یعنی محبت زندگی میں

ہو اور خوف بھی ہو تو وہ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ محبت ہو تو وہ انسان کو اعمال میں لگا دیتی ہے۔ یاد رکھیں! ان دو چیزوں کو اپنے اندر پیدا کیجئے ہر وقت یہ چیزیں دل کے اندر رہنی چاہئے۔ ان دو چیزوں کے رہنے سے پھر انسان ریاکاری سے بچ جاتا ہے۔

ریاکاری سے کیسے بچا جائے؟

ریاکاری سے بچنا بڑا مشکل ہے، بڑی محنت کرنا پڑتی ہے۔ ریاکاری سے انسان کی جان تب چھوٹتی ہے جب انسان کے اندر محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ عمل کی کوشش کرتی رہیں۔ وہ اعمال جن سے محبت الٰہی بڑھے وہ اعمال کرتی رہیں۔ کوئی وقت ایسا ہو جس میں اکابرین کی باتیں اور ان کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جائیں۔

جامعہ کی روح:

عبادت کے وقت عبادت کرنا اور علم کے وقت علم حاصل کرنا ان تمام اعمال کی ایک بنیاد ہے اور روح رواں ہے۔ روح ہوگی تو جامعہ زندہ ہوگا۔ روح نہ ہوگی تو سمجھیں جامعہ کی روح ختم ہوگئی۔ جامعہ کی روح کو زندہ رکھنے کا نام معصیت سے پاک ماحول پیدا کرنا ہے۔ جامعہ میں جتنا وقت گزرے تو کسی کے جسم کے کسی بھی عضو سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے ادارے دین کے سرچشمے بنا کرتے ہیں اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے ادارے مٹ جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ جن اداروں میں معصیت سے پاک ماحول نہیں ہے ان کا فیض بھی نہیں پھیلا۔ فیض انہی اداروں کا پھیلا کرتا ہے

جہاں گناہوں سے بچا جاتا ہے۔ آج دارالعلوم دیوبند کا نام کیوں پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اس لئے کہ ایک وقت وہاں ایسا تھا کہ اساتذہ اور طلبا سے لے کر چوکیدار اور دربان تک، گویا سارے کے سارے ولی اللہ ہوتے تھے۔ جب ایسا پاک ماحول ہوگا تو پھر اس کا فیض بھی پوری دنیا میں پھیلے گا۔

مہتمم پرنسپل اور اساتذہ کو نصیحت:

مہتمم پرنسپل اور اساتذہ کی اس پر خاص نظر رہے کہ جو ماحول ہو وہ عبادت کا رہے۔ اللہ کی محبت، تقویٰ و پرہیزگاری کا رہے۔ کسی سے بھی علم اور ارادے سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہونا چاہئے۔ پس جب آپ معصیت سے پاک ماحول پیدا کرلیں گی تو بس سمجھ لیں کہ اللہ نے آپ کے لئے کامیابیوں کے راستے کھول دیئے۔ رب کریم آپ کو محروم نہیں فرمائیں گے۔ یہ بات ایسی ہے کہ آپ اس کو پلے باندھ لیں۔

طالبات کو آخری نصیحت:

معصیت سے پاک زندگی بسر ہو۔ جامعہ کے اندر جو وقت آپ کا گزر رہا ہو تو آپ سے کوئی بھی گناہ کا عمل سرزد نہ ہو۔ معصیت سے پاک آپ کی زندگی گزرے گی تو اللہ رب العزت آپ کی دعاؤں کو قبول فرمالیا کریں گے۔

مستجاب الدعوات لوگ کون ہوتے ہیں؟

مستجاب الدعوات لوگ کون ہوتے ہیں؟ جو معصیت سے اپنی زندگیوں کو خالی کر چکے ہوتے ہیں وہ مستجاب الدعوات لوگ بن جاتے ہیں۔

عمل اور اخلاص کی دعا:

یہ چند باتیں تھیں جن کا ذکر کر دیا اس محفل میں آپ لوگوں کے سامنے بہت

ضروری تھا۔ چند جنرل باتیں جو سب کے لئے ضروری تھیں میں نے کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل اور اخلاص کی توفیق سے نوازے آمین۔

طالبات کے لئے دعائیں:

آپ بچیاں جو گھروں سے علم حاصل کرنے کے لئے یہاں آئیں۔ آپ کے آنے کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، علم عمل اور اخلاص دے کر اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت والے دن علماء کی صف میں شامل فرمادے۔ آمین۔

مجلس 30

وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

مسجد ڈیلداراں، لاہور

زمین کی زینت:

ارشاد فرمایا، آسمان کی زینت ستاروں سے ہے اور زمین کی زینت پرہیزگاروں سے ہے۔ یہ دنیا مسافر خانہ ہے، کسی کی مہلت زیادہ ہے کسی کی مہلت کم ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۔اس لئے ضروری ہے کہ ہر انسان مرنے کے لئے تیار رہے جو موت کے لئے تیار نہیں ہوگا وہ بھی موت سے بچ نہیں سکے گا۔موت برحق ہے کفن کے ملنے میں شک ہے۔

سوچ کا انداز:

ارشاد فرمایا، دنیا کے تمام انسان مل کر بھی کسی کا ایک لمحہ زندگی کم یا زیادہ نہیں کر سکتے۔ یہ بھی سوچنے کا ایک انداز ہے کہ ہماری عمر بڑھ رہی ہے اور یہ بھی سوچ ہے کہ ہماری عمر لمحہ بہ لمحہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کے سامنے جنگ کے لئے آ گئے۔ وہ بڑا لحیم و شحیم تھا، لوگ اس کے

سامنے آنے سے گھبراتے تھے۔ لوگ اس کو دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ اس کا مارنا بڑا مشکل کام ہے، یہ تو بہت بڑا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے دیکھ کر سوچا اس کو مارنا آسان ہے۔ یہ تو بہت بڑا ہے یقیناً میرا نشانہ خطا نہیں جائے گا۔ اسی طرح سوچ کا انداز ہر کسی کا اپنا اپنا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کی یہ سوچ ہے کہ عمر کم ہو رہی ہے۔ اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے تو بیٹھ کر سوچتے ہیں افسوس کرتے ہیں اور روتے ہیں کہ خطا کیوں ہوئی۔

شکر کا جذبہ:

ارشاد فرمایا، گناہ کر بیٹھنا اتنا برا نہیں ہے جتنا گناہ کر کے معافی نہ مانگنا خطرناک ہے۔ آج اسی چیز کا غم ہے کہ ہم گناہ کر کے اس کی معافی نہیں مانگتے بلکہ بھول جاتے ہیں۔ یہ مختصری زندگی اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لئے دی ہے۔ دین میں آگے بڑھنے والوں کو دیکھئے شوق پیدا ہوگا اور دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھئے شکر پیدا ہوگا۔ دنیا کے معاملے میں ہمارے اندر قناعت نہیں ہے۔ راتوں رات لکھ پتی بننا چاہتے ہیں۔ پیالہ اگر الٹا پڑا ہو تو یہ نہیں بھرتا۔ انسان کی کھوپڑی بھی الٹے پیالے کی طرح ہوتی ہے۔ یہ بھی کبھی نہیں بھرتی۔ اس کو قبر کی مٹی ہی بھرے گی۔

آخرت کا تصور:

ارشاد فرمایا، ہم آخرت کا تصور تو اپنے ذہن میں رکھتے ہیں کہ آخرت کا میدان ہوگا اللہ تعالیٰ ہوں گے، حشر کا میدان ہوگا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ نہیں ایسا نہیں ہوگا ہم دیکھنے والوں میں نہیں ہوں گے۔ ہمارے ساتھ تو پتہ نہیں کیا بیت رہی ہوگی۔ ہم جنت میں یا دوزخ میں ہوں گے۔

دنیا میں ناک کٹنے کا کتنا خوف ہوتا ہے کہ اگر ناک کٹ گئی تو لوگ کیا کہیں گے یہ بھی تو سوچیں کہ اگر آخرت میں ناک کٹ گئی تو وہاں تو انبیا بھی دیکھیں گے اور ساری دنیا بھی دیکھے گی۔

ذکر کی کثرت:

کسی عارف کا قول ہے، اے دوست! جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا یہاں کے لئے کوشش کر لے اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنی وہاں کے لئے کوشش کر لے۔ یہ پکی بات ہے کہ دنیا کا کوئی اعتبار نہیں ہے کہ کب آخرت کی طرف روانگی ہو جائے۔ آخرت کا اعتبار ہے کہ وہاں لاکھوں سال رہنا ہے بلکہ لامحدود عرصہ رہنا ہے۔ انتہائی ضروری ہے کہ ہم آخرت کے حساب کتاب کو بار بار یاد رکھیں تا کہ آخرت کی تیاری ہوتی رہے۔ ارشاد فرمایا، جو یاد الٰہی میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت اس کے دل سے دھو دیتے ہیں بظاہر مال پیسہ ہوتا ہے مگر قدموں کے نیچے ہوتا ہے۔ ذکر کی کثرت گناہوں کو دھو دیتی ہے اور انسان ذکر کا دلدادہ ہو جاتا ہے۔

کامیابی کا ذریعہ:

ارشاد فرمایا، عاجزی انکساری انسان کی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ شکر بہت بڑی نعمت ہے، تکبر اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ام الامراض کہا ہے۔ آج وقت ہے کہ معافی مانگ لیں اپنے گناہوں کو بخشوا لیں۔ ہم لوگوں کے چہرے تو دیکھتے ہیں لیکن اپنا چہرہ نہیں دیکھتے، اپنے عیب نہیں دیکھتے کہ اندر اپنے دل میں کیا کیا گناہ بھرے ہوئے

ہیں۔

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھے سینے میں
جی ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے

عمل میں روح اور اخلاص:

ارشاد فرمایا، مسلمان جب باقاعدگی سے ذکر کرتے ہیں تو عمل میں روح پیدا ہو جاتی ہے، اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

یہ سچی بات کہتا ہوں کہ اگر سارے حاجی بھی ہر سال توبہ کر کے آجاتے تو ملکوں میں انقلاب آجاتا۔

زائرین حرم سے کوئی پوچھے اقبال
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں

جب بندہ ذکر زیادہ کرنے لگتا ہے تو اللہ کی محبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب عشق الٰہی پیدا ہو جاتا ہے تو خود بخود نیند سے بھی راتوں کو آنکھ کھل جاتی ہے۔ الارم لگانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی کو عورت سے عشق ہو تو وہ لوگوں کو سونے نہیں دیتا سوچیں اگر عشق الٰہی پیدا ہو جائے تو کیا تہجد میں جاگ اٹھنا نصیب نہیں ہوگا۔

صحبت کے اثرات:

ارشاد فرمایا، اللہ کی محبت میں کمی کی وجہ سے نمازوں میں دل نہیں لگتا آج حالت یہ ہوگئی ہے کہ بیٹھے تو التحیات میں ہوتے ہیں، پڑھ سورۃ فاتحہ رہے ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا، ذکر دل کو نرم کر دیتا ہے بلکہ موم کر دیتا ہے اور پھر اس ذکر کی برکت سے نماز میں بھی دل لگ جاتا ہے اور آہستہ آہستہ نماز کی حقیقت نصیب ہو جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا، مٹی سے کسی عارف نے پوچھا تم میں خوشبو کیسے آ گئی؟ کہا، مجھ پر پھول پڑا رہا اس کی صحبت سے مجھ میں خوشبو آ گئی۔ اندازہ لگائیں کہ صحبت کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ بزرگوں کی صحبت کا کتنا اثر ہوتا ہے وہ تو نظر بھی لگاتے ہیں اور توجہ بھی کرتے ہیں، دعائیں بھی کرتے ہیں انہیں چونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اس لئے اس محبت کا اثر پاس بیٹھنے والوں پر بھی پڑتا ہے۔ اللہ والے محبت الٰہی میں مست ہوتے ہیں وہ راتیں اللہ کے حضور جاگ جاگ کر گزارتے ہیں اس لئے ان کی صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔

؎ اٹھ فریدا ستیا تے جھاڑو دے مسیت

تو ستا تے جاگدا تیری کیویں نبھے پریت

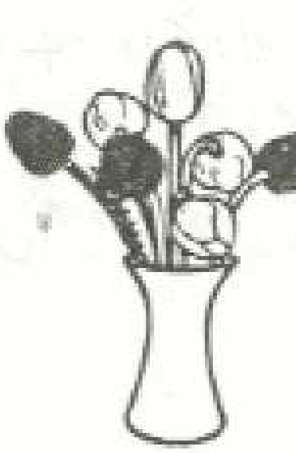

مجلس 31

کامیاب زندگی کے گر

لاہور

اعمال کی صورت اور حقیقت:

ارشاد فرمایا، ایک اعمال کی صورت ہے اور ایک اعمال کی حقیقت ہوتی ہے۔ صورت اور حقیقت علیحدہ چیزیں ہیں مثلاً ایک نماز جو ظاہری طور پر پڑھتے ہیں ایک اس نماز کی روح اور حضور ہے جیسے جسم کے اندر سے روح نکل جائے تو وہ بے جان ہے اسی طرح اگر نماز سے بھی روح نکل جائے تو وہ بے جان جسم کی طرح ہے۔ وہ گتھیاں جو باہر نہیں سلجھتی وہ نماز میں سلجھاتے ہیں اس لئے کہ ظاہری نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں مگر نماز کی روح نصیب نہیں ہوتی۔

جسم کا مرکز:

ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کامل ہے اور بندہ ناقص ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور بندہ لینے والا ہے، بندہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور وہ اس کا شاہکار ہے۔ انسان مٹی سے کیسے بنا ہے سوچیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اگر

کسی بچے کی آنکھوں کو دیکھیں تو وہ شیشے کی طرح معلوم ہوتی ہیں حالانکہ وہ مٹی سے بنائی گئی ہیں۔ جسم کا ڈھانچہ ایک مکان کی مانند ہے اور مکیں کوئی اور ہے۔ مکاں کی قدرومنزلت مکین سے بلند ہوا کرتی ہے۔ جسم کے اندر دل اور روح مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ روح نہ ہو تو جسم بے کار اور دل مردہ ہو تو جسم بے شک متحرک ہو اعمال میں جان نہیں ہوگی۔ دل سلامت و بیدار ہوگا تو اعمال میں بھی جان آئے گی۔

روح کا اصلی گھر:

ارشاد فرمایا، روح کا اصلی گھر دنیا نہیں ہے بلکہ وہی ہے جہاں سے یہ آئی ہے۔ یہاں کی رنگا رنگی انسان کو الجھا دیتی ہے۔ یہی فرق ہے ایک عام انسان میں اور ایک ولی میں۔ ولی اللہ ہر دم اپنی آخرت کی فکر میں رہتے ہیں اور عام انسان دنیا کی بھول بھلیوں میں کھو کر سیدھے راستے سے ہٹ جاتا ہے۔ مفہوم حدیث ہے ایسے زندگی گزارو جیسے پردیسی یا راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔ انسان امید پر زندگی بسر کرتا ہے کہ فلاں نیکی بھی کرلوں گا، فلاں نیکی بھی کرلوں گا، یہ لمبی لمبی امیدیں قسمت سے پوری ہوا کرتی ہیں۔ ہمیں یہاں پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنی ہے۔ لمبے لمبے پلان نہیں بنانے بلکہ جو وقت ملا ہے اس کو غنیمت جان کر اس کو قیمتی بنانا ہے۔ کسے خبر کہ آج ہمارے پاس ہے کل بھی ہمارے پاس ہوگا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کامیاب زندگی کے گر سکھانے کے لئے انبیائے کرام کو دنیا میں بھیجا تاکہ انسان سیکھ سکے۔

جوڑا جوڑا:

ارشاد فرمایا، ہر چیز کے اندر جوڑا جوڑا نظر آئے گا۔ ایک آسمان اور زمین

کا جوڑا ہے، آسمان سے بارش برستی ہے زمین جذب کرتی ہے۔ پھر پھل پھول کی شکل میں اس کی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ دن، رات، دھوپ، چھاؤں ہر چیز کے اندر جوڑا جوڑا نظر آئے گا۔

بہت مہلک بیماریوں کے لئے جو ویکسین تیار کی جا رہی ہے وہ بھی جوڑے جوڑے سے بنائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا دنیا میں جوڑا پیدا کیا، دنیا آخرت میں جس چیز پر بھی غور کرتے جائیں جوڑا جوڑا نظر آئے گا۔ قرآن وہ حقیقتوں کی کتاب ہے کہ جس پر غور وفکر کرنے سے چیزیں انسان پر کھلتی ہیں اور چیزوں کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

دو طرح کے انسان:

انسان دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کے بارے میں کہا گیا ہے ایسے ہیں جیسے جانور بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں لیکن دوسری قسم کے انسان جن کے بارے میں کہا گیا ہے **اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** (خبردار، بیشک اللہ کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے)

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملاں کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

کہنے کو دونوں قسم کے انسان ہی ہیں لیکن کسی کی پرواز شاہین کی طرح ہے اور کسی کی کرگس کی طرح ہے کوئی بلندیوں کی طرف محو پرواز ہے اور کوئی پستی کی طرف جا رہا ہے۔

کل اور آج:

ارشاد فرمایا، آج تہجد کے وقت گلیوں کو دیکھیں کیسی سنسان و ویران نظر آتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں دیکھیں تو ان وقتوں میں بستیوں میں رات کو قرآن کی تلاوت کی آواز ایسے آتی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے کی آواز آتی ہے۔ آج رات کے آخری پہر میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی نظر آتی ہے۔ رات بھی سوچتی ہوگی آخری پہر میں اٹھنے والے کدھر گئے، آخری پہر میں جاگنے والے، اللہ سے راز و نیاز کرنے والے کدھر گئے۔ وہ لوگ بھی خوش نصیب ہیں جو ظاہری نماز پڑھتے ہیں اور جنہیں حضوری نصیب ہوگئی ہے ان پر تو رشک آتا ہے۔

؎ وہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

پہلے وقتوں میں کچھ اذان دینے والے ایسے ہوتے تھے کہ اس سے پہاڑ بھی پارے کی طرح کانپنے لگتے تھے۔

نیکی کی تمنا اور حسرت:

ارشاد فرمایا، حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے نام ذہن میں آتے ہیں تو انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کی راتیں کیسے گزرتی تھیں اور ہماری راتیں کیسے گزر رہی ہیں۔ ہماری راتیں تو ان جیسی نہیں بن سکتیں لیکن ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہم کوشش تو کر سکتے ہیں، کم از کم تمنا اور حسرت تو رکھ ہی سکتے ہیں۔

؎ یہ بھی کیا کم ہے کہ ہم ان کی تمنا میں جئیں
لطف منزل نہ سہی خواہش منزل ہی سہی

ہم اگر کوشش کریں تو روحانی بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر جنت میں ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت تو اپنے بندوں کو بلا رہے ہیں فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔ ہمیں تو اس ذات بابرکات کی طرف دوڑنے کا حکم ہے اور ہم تو چلتے بھی نہیں ہیں بلکہ رخ بھی سیدھا کرنے اور سیدھا رکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

مقصد زندگی:

ہمارا ایک ایک لمحہ جو گزر رہا ہے اور ہر قدم جو اٹھ رہا ہے وہ ہمیں آگے ہی آگے لے جا رہا ہے اور موت اور قبر سے قریب کر رہا ہے۔

؎ قدم بسوئے مرقد نظر روئے دنیا
کدھر جا رہے ہو کدھر دیکھتے ہو

کھانا پینا تو جانور بھی کرتے ہیں انسان کا تو صرف یہی کام نہیں ہے اسے تو کسی اور مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ راستے میں بیٹھے تھے۔ کسی نے پوچھا یہ راستہ کدھر کو جاتا ہے؟ فرمایا، جھوٹوں کی دنیا کی طرف جاتا ہے۔ اس آدمی نے اس کی وضاحت طلب کی تو فرمایا، دنیا چھوڑ جانے والوں میں سے ہر ایک کا کہنا تھا میری بیوی، میرا گھر، میرا تخت و تاج وہ بھی میرا ہے، یہ بھی میرا۔ اب ان سے قبروں میں جا کر پوچھو کہ وہ آپ کی چیزیں کدھر گئیں؟ آپ ان کو چھوڑ کر کیوں چل دیئے؟ یہ سب کچھ جھوٹ نکلا۔

چھوٹا سا اصلی گھر:

ارشاد فرمایا، آج وہ لوگ جو گھر کے فرش، کچن کو میلا نہیں دیکھ سکتے وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ کسی دن انہیں مٹی میں لٹا دیا جائے گا۔ مٹی ان کے بدن کو کھا جائے گی وہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے۔ اے مربعوں کے مالک! اے کوٹھیوں کے مالک! تیرا اصلی گھر تو وہ گھر ہے جہاں انسان پورے طور پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا، اٹھ کر بیٹھنا چاہے گا بیٹھ بھی نہ سکے گا۔

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
دو گز زمین کا ٹکڑا چھوٹا سا تیرا گھر ہے

ہماری منزل قبر ہے، قبر ہمیں بھولے گی نہیں بلکہ وہ تو ہر لمحہ ہمیں یاد کرتی ہے۔ ہمارے سلف صالحین قبروں کو دیکھ کر اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی تھی۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ قبروں کو دیکھ کر عبرت بھی حاصل نہیں کرتے۔ اس لئے کہ دل سل بن گئے ہیں۔ آج خبر آتی ہے فلاں چلا گیا، فلاں چلا گیا، ایک دن ہمارے چلے جانے کی خبر بھی آ جائے گی۔

آخرت کے لئے پلاننگ:

ارشاد فرمایا، دنیا کے معاملے میں ہم کتنی پلاننگ سے کام کرتے ہیں جب کہ آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں۔ آخرت کے معاملے میں بھی ہماری ہر لحاظ سے پلاننگ ہونی چاہئے۔ کیا اچھا ہے، کیا برا ہے، کونسا کام آخرت کے لئے فائدہ مند ہے، کس کام کو کتنا وقت دینا ہے۔ دنیا کے کاموں کے ساتھ ساتھ آخرت کی تیاری کے کاموں کو جب پلاننگ کے تحت کریں گے تو انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ ہم اپنا نقصان اس لئے کر بیٹھتے ہیں کیونکہ ہم ایک چیز یعنی دنیا کو تو مد نظر

رکھتے ہیں لیکن آخرت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جب کہ آخرت کے کاموں کو ترجیح دینی چاہیے۔ زندگی بڑی مختصر شے ہے ایک دم پتہ بھی نہیں چلے گا اور ختم ہو جائے گی۔

بڑی مختصر شے ہیں یہ گھڑیاں زندگانی کی
یقیناً ان کا نیکی میں بسر ہونا ضروری ہے

ارشاد فرمایا، ہمارے بزرگ اس طرح خفیہ نیک کام کرتے تھے کہ دائیں ہاتھ سے کرتے تو بائیں کو بھی خبر نہیں ہوتی تھی۔ آج اگر تہجد پڑھ لیتے ہیں تو مجالس میں بتاتے پھرتے ہیں۔ مؤذن کو جتانے کے بہانے کہتے پھرتے ہیں کہ تو نے اذان اچھی نہیں دی۔ ہم نے اللہ کی خاطر عبادت کرنی ہے دنیا کے دکھاوے کے لئے نہیں کرنی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت کے لئے اپنے جسموں کو تھکانے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں دوائیاں بڑی پابندی سے لیتے تھے۔ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اب تو دوائی بڑی پابندی سے لے رہے ہیں، جسم کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، اللہ کی قسم! شروع سے مجھے اپنی جان عزیز تھی اس لئے اسے عزیز نہیں رکھا بلکہ دین کے لئے بے دریغ خرچ کیا۔